تصویر

علم و عقل کی روشنی میں

از مولانا محمد اسحاق سندیلوی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

مکتبہ نشاۃ ثانیہ چنچلگوڑہ حیدرآباد دکن

اشاعت دوم   جنوری سنہ ۱۹۴۷ء   تعداد ...

فہرست مضامین

مطبوعہ صحیفہ مشین پریس حیدرآباد دکن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

کسی جماعت کے مخصوص عقائد ہی اس کی امتیازی اور حقیقی زندگی کے ضامن ہیں۔ اگر اس کے عقائد ختم ہو جائیں تو اس کا وجود بھی ختم ہو جاتا ہے لیکن اس روح کی حفاظت کیلئے جو دماغی قلعہ بندیاں کی جاتی ہیں اُن میں اسکی مخصوص تہذیب کا درجہ بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے اگر اس کی تہذیبی دیوار شکستہ ہو جائے تو اس کے عقائد کا مرکز براہِ راست دشمن کی زد میں آ جاتا ہے اور مشاہدات بتاتے ہیں کہ پھر اس کا سلامت رہنا بھی عادتاً محال ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام کے دشمنوں کی طرف سے جو حملے مسلمانوں کے دین و ایمان پر اب تک ہوئے ہیں ان کی صورت یہی ہوئی ہے کہ سب سے پہلے ان کا رخ

اسلامی تہذیب کی جانب کیا گیا، اس دیوار کے انہدام کے بعد اخلاق کا حصار ٹوٹا اور پھر عقائد و ایمان کے قلعہ پر تاخت شروع کر دی گئی۔

ہمارے علماء پر ایک مشہور اعتراض یہ ہے کہ وہ دین کے بہت سے چھوٹے چھوٹے اور غیر اہم مسائل پر بہت زور دیتے ہیں جن کو دین میں ثانوی درجہ حاصل ہے مثلاً وضع قطع، لباس وغیرہ، لیکن یہ اعتراض دراصل فراست دینی کی کمی سے پیدا ہوتا ہے علمائے امت کی دقیقہ رس نگاہ سے یہ امر کبھی مخفی نہیں ہا ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے امور اسلامی تہذیب میں داخل ہونے کی وجہ سے امتِ مسلمہ کے امتیازی وجود کو قائم رکھنے کا سبب ہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ مفقود ہو جائیں تو آہستہ آہستہ امتِ مسلمہ بہ حیثیت ایک ممتاز اور مخصوص امت کے اپنا وجود کھو بیٹھے گی جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بالکل فنا ہو جائیگی۔

اس دورِ فتن میں جبکہ اسلامی تہذیب اور اس سے بڑھ کر اخلاق و ایمان کی بربادی کے مناظر ہمارے سامنے ہیں ان سب کے احیاء اور ان کی جانب سے دفاع کی کوشش ہر مسلمان کا فرض ہے مضمون ہذا اسلامی تہذیب کی حمایت کی ایک کوشش ہے جس کے متعلق دعا یہ ہے کہ حق تعالیٰ اسے قبول فرمائیں اور اس کو اسلامی تہذیب کے احیاء کا ذریعہ بنائیں۔

یہ مضمون رسالہ "الفرقان" میں عرصہ ہوا شائع ہو چکا تھا اب ادارۂ اشاعت نشأۃ ثانیہ کی جانب سے کتابی صورت میں شائع ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اس ادارہ کے ارکان کو دنیا و آخرت میں اس کارِ خیر کی جزائے خیر عطا فرمائیں اور مضمون کو مسلمانوں کیلئے مفید بنائیں۔

۸ / ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ

احقر محمد اسحاق عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ تصویر علم و عقل کی روشنی میں

(از جناب مولینا محمد اسحاق صاحب سندھیلوی)

"ذوق" اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اور انسان جو حیوانات سے امتیاز رکھتا ہے اس میں اس کے ذوق کو بھی کافی دخل ہے۔ اس نعمت کا اگر استعمال نہ کیا جائے تو یقیناً کفرانِ نعمت ہوگا اور نہ صرف کفرانِ نعمت بلکہ اس قوت کو معطل کر دینا خلافِ فطرت بھی ہے اس لئے کہ یہ قوت انسان میں فطری طور پر پائی جاتی ہے۔

ہر انسان "جمال" (Sublimity) سے متاثر ہوتا ہے اور ہر آدمی کو اس کی خواہش ہوتی ہے۔ البتہ تعلیم و تربیت اور سوسائٹی ذوق کے مدارج ارتقاء میں فرق پیدا کر دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک گنوار کا ذوق، ایک شہری کی طرح نہیں ہوتا اور علیٰ ہذا ایک جاہل ذوق کے

اعتبار سے ایک تعلیم یافتہ سے اسی قدر پست ہوتا ہے جس قدر ذہنی اعتبار سے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ نفس ذوقِ جمال سے کوئی انسان خالی نہیں ہوتا ــــــــ یہ دونوں باتیں (یعنے ہر انسان کا صاحبِ ذوق ہونا اور ذوق کے مراتب میں فرق ہونا) مشاہدے سے ثابت ہیں، اِن پر کسی دلیل و برہان قائم کرنے کی حاجت نہیں۔

یہ مشاہدات ہمارے سامنے دو نتیجے پیش کرتے ہیں، اوّل یہ کہ ہر شخص جمال کا خواہشمند ہے۔ اس لئے کہ انسان فطرتاً اپنی ہر ہر قوت کو استعمال کرنا اور اپنی ہر صلاحیت کو عمل اور فعل کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے لیکن یہ جمال کی خواہش کیوں ہوتی ہے؟ عموماً اپنے ذوق کو تسکین دینے کے لئے اور اس لذت کو حاصل کرنے کے لئے جو مشاہدۂ جمال سے حاصل ہو سکتی ہے۔ پھر یہ لذت ایک احساس ہے اور ہر انسان فطرتاً اس امر کا بھی خواہشمند ہوتا ہے کہ اپنے احساسات کا اظہار زبان و قلم اور حرکات و سکنات وغیرہ کے ذریعہ سے کرے۔ یہ خواہش انسان میں اس قدر زبردست ہے کہ انسان اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے اور وہ اپنے احساسات کے اظہار پر کسی نہ کسی حد تک مجبور ہے۔ بقول کارلائل "بے نام و بے زبان ملٹن کا وجود نہیں ہوتا ہے"۔ اسی خواہشِ اظہار نے دنیا کو لطافتوں کا مجموعہ بنا دیا ہے۔ اور علمی دنیا کو "فنونِ لطیفہ" سے روشناس کر دیا ہے۔ ان فنون میں فنِ مصوری کو بہت اہمیت حاصل ہے اس لئے کہ اس کے اثرات بہت قوی اور وسیع ہوتے ہیں۔ شاعری، موسیقی وغیرہ کے اثرات اس کی نسبت محدود ہیں۔ موسیقی کے اثرات وقتی ہوتے ہیں۔

اور شاعری کا اثر ان لوگوں تک محدود رہتا ہے۔ جو شعر کا مخصوص ذوق رکھتے ہیں نیز جو تعلیم سے بہرہ ور ہیں، بخلاف اس کے تصویر ہر جاہل و عالم پر اثر کرتی ہے اور مستقل اثر کرتی ہے اسی لئے ہم کو اس وقت اسی سے بحث کرنا ہے۔ مصوری بھی اسی خواہش اظہار لذت کی رہین منت اور اسی لذت ذوقی کی آئینہ دار ہے جو مشاہدۂ جمال سے مصور کو حاصل ہوتی ہے خواہ یہ مشاہدہ واقعی ہو یا محض تخیلی یعنے کبھی تو مصور کسی جمیل محسوس کی تصویر کھینچتا ہے اور کبھی محض اپنی تخیل میں ایک جمیل صورت کو اختراع کرتا اور اس سے لذت اندوز ہوتا ہے اور پھر مزید لذت حاصل کرنے کے لئے یا حاصل شدہ لذت کے اظہار کیلئے اس کو قلم کے سپرد کرتا ہے تصویر بینی کی بنیاد بھی اسی مشاہدۂ جمال کی خواہش اور لذت ذوقی کے حصول کی تمنا پر قائم ہے۔ الحاصل تصویر کشی کے مندرجۂ ذیل دو محرک ہوتے ہیں۔

(۱) خواہش مشاہدۂ جمال۔ (۲) خواہش اظہار لذت جمال۔

اور یہ دونوں خواہشیں اس ذوق کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں جو انسان میں فطرتاً موجود ہے۔

تصویر بینی کی محرک صرف ایک شئے ہوتی ہے یعنے خواہش مشاہدۂ جمال، اور یہ بھی اسی فطری ذوق کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

دوسرا نتیجہ جو ابتدائی بیان سے حاصل ہوتا ہے یہ ہے کہ انسانی ذوق میں پھیلنے کی طاقت ہے۔ یہ ادنیٰ درجہ کا بھی ہوتا ہے اور بڑھ کر اعلیٰ درجہ پر بھی پہنچ سکتا ہے۔ یعنے اس میں ربڑ کی سی خاصیت ہے پھیلاؤ تو پھیل جاتا ہے نہ پھیلاؤ تو معمولی درجہ پر رہتا ہے پھر اس کا یہ بڑھاؤ گھٹاؤ

صرف اس کی کیفیت ہی میں نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی کمیت، یعنے اس کے حلقۂ عمل میں بھی ہوتا ہے۔ ایک دہقانی کا ذوقِ جمال محض چند الوان و اشکال سے لذت اندوز ہوتا ہے لیکن ایک تعلیم یافتہ شہری ان کے علاوہ بھی بہت سی اشیاء سے لطف اٹھاتا ہے۔ مکڑی کا جالا عام اشخاص کے نزدیک کسی جمال کا حامل نہیں ہے مگر ایک ماہر علم الحیوانات کے نزدیک اس میں عجیب حسن و جمال ہے، شہد کی مکھی کا چھتہ عامیوں کے لئے ایک بے وقعت سی شئے ہے مگر ریاضی کا ماہر اس سے بے اندازہ لطف اٹھاتا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ذوق جب ترقی کرتا ہے تو اس کا حلقۂ عمل بھی وسیع تر ہو جاتا ہے، یا مختصر الفاظ میں وہ کیفیت و کمیت دونوں کے اعتبار سے ترقی کرتا ہے۔

مندرجۂ بالا دونوں نتیجوں کو پیشِ نظر رکھنے سے مندرجۂ ذیل سوالات ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔

(۱) آیا ہمارے ذوق کی اس ترقی کو بالکل آزاد ہو جانا چاہیئے یا اس پر کچھ پابندیاں عائد ہونا ضروری ہیں جو اس کی ترقی کو محدود کر دیں؟

(۲) آیا اظہارِ لذتِ جمال اور مشاہدۂ لذتِ جمال کی خواہشوں کو مطلقاً آزاد ہونا چاہیئے کہ وہ جو راستہ چاہیں اختیار کریں یا ان کو کچھ قواعد و اصول کے ماتحت ہونا چاہیئے جو ان کے لئے راستہ کا تعین کریں۔

پہلے ہم پہلے سوال پر بحث کرتے ہیں۔

پہلا سوال | آزادیٔ ذوق کا فتویٰ دینے سے قبل ہم کو اس امر پر غور کرنا ہے

کہ آیا ہماری کوئی قوت بھی آزاد ہے۔ کیا ہم ایک لمحہ کے لئے
اس پر تیار ہیں کہ ہماری قوتِ لامسہ کسی انگارے کی حرارت
کا مکمل طور پر ادراک کرے، کیا ہم یہ کر سکتے ہیں کہ کسی شعلے پر چند
منٹ کے لئے ہاتھ کو رکھ دیں یا کسی برف کے ڈھیر میں اس کو
چند منٹ کے لئے دفن کر دیں اور اپنی قوتِ لامسہ کو آزادی دیدیں
کہ وہ ان دونوں کا احساس کرے؟ کیا ہم اس کے لئے تیار ہیں
کہ اپنی قوتِ ذائقہ کو آزاد کر دیں کہ وہ تیزاب کا لطف بھی
اٹھائے؟ کیا ہم اس کے لئے تیار ہیں کہ اپنی قوتِ سامعہ کو ہر قسم
کی سخت اور کرخت آوازوں کے سننے کے لئے بھی آزاد کر دیں؟
اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو اس کی کیا وجہ ہے کہ اپنی اس قوت
کو بالکل آزاد کر دیں جو ادراکِ جمال کے لئے مخصوص ہے۔

ذوق میں کماً و کیفاً بڑھنے کی خاصیت ہے۔ اور اس خاصیت
کی کوئی طبعی حد معین نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ذوق اگر آزاد
چھوڑ دیا جائے تو اپنے حدود کو اس قدر وسیع کرے کہ انسان کی پوری
زندگی پر چھا جائے جب تک "فن برائے فن" کا مسلک زیادہ رائج تھا اس وقت
تو پھر بھی اس میں کچھ رکاوٹ تھی لیکن اب تو "فن برائے زندگی" کا
مسلک زیادہ رواج پذیر ہے جس میں اس کا بہت قوی امکان ہے
کہ ذوق آزاد ترقی کر کے پوری زندگی پہ چھا جائے اور اس کا صرف
امکان ہی نہیں ہے بلکہ اب تو یہ واقع ہو رہا ہے۔ جس قوم نے ذوق
کو آزاد کیا بالآخر اس کا ذوق اس کے لئے طوق ہو گیا یعنی اس کی
پوری زندگی پر چھا گیا جس کی مثالیں آگے آتی ہیں۔

ذوق کی اس قدر ترقی اور وسعت کا اثر یہی ہو سکتا ہے اور یہی ہوتا ہے کہ انسان ذوقِ مجسم ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کی کل دوسری قوتیں اور صلاحیتیں محض اس کے ذوقِ جمال میں جذب ہو کر فنا ہو جاتی ہیں، وہ انسان نہیں رہتا بلکہ چلتا پھرتا "ذوق" ہو کر رہ جاتا ہے یہ کوئی اچھی بات ہو یا نہ ہو مگر اس کو کیا کیا جائے کہ اس عالم آب و گل میں جہاں زندگی کے لئے طاقت و قوت اور عمل و تعامل کی احتیاج ہوتی ہے ایسے متحرک ذوق کی زندگی محال ہے۔ ایسا انسان نہ تو جد و جہد کے لائق رہتا ہی نہ کسی عملی کام کے قابل۔ اپنے شیشہ سے زیادہ نازک اور شبنم سے زیادہ لطیف جذبات کی وجہ سے وہ دوسروں سے ملنے جلنے اور اشتراک عمل کرنے سے بھی عاجز و درماندہ ہو جاتا ہے اس لئے وہ تنہائی پسند اور خلوت گزیں ہو کر مدنیت و عمران سے روگردانی کرتا اور محض تخیل کی دنیا میں زندگی بسر کرتا ہے۔

پھر آزادیٔ ذوق کے یہ اثرات محض افراد تک محدود نہیں ہوتے ہیں بلکہ اگر کوئی قوم یا کوئی جماعت بلکہ اگر پوری دنیا بھی اپنے ذوق کو اس طرح آزاد کر دے تو اس کے کل افراد میں بقدر صلاحیت کم و بیش یہ اثرات یقیناً پیدا ہوں گے اور اس کے تلخ ثمرات اس قوم و جماعت یا پورے عالم کی تمدنی، علمی و عملی تباہی کی صورت میں ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ ان کل افراد کو تباہ و برباد کر ڈالیں گے جو اس "ذوقِ آزادگی" کے غلام ہیں۔

مندرجہ بالا بیان سے واضح ہوا کہ ہمارے ذوق کو آزادیٔ کامل نہ ہونی چاہئے بلکہ اس کے لئے کچھ پابندیاں ضروری ہیں۔ ان پابندیوں

کی نوعیت کیا ہونی چاہیئے؟ اس کا مجمل جواب تو یہ ہے کہ جو ہمارے
ذوق کو ہمارے لئے مضر نہ ہونے دیں یا بالفاظِ دیگر جو ذوق کو
ہماری تباہی کا سبب بننے سے روکیں لیکن تفصیلی جواب ہر اس شئے
کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ ہوگا جس کا ادراک ہمارا ذوق کرتا ہے
یا بالفاظِ دیگر ذوق کے عمل کے ہر میدان کی حد بندی الگ الگ
کرنا ہوگی۔ اسی طرح کیفیت کے لحاظ سے بھی ہر شئے کے متعلق ذوق
کا معیار الگ ہوگا۔

اس وقت ہم کو صرف تصویر کے مسئلہ سے بحث ہے۔ اس لئے ہم یہ
معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ تصویر کشی، یا تصویر بینی کے متعلق
ذوقی ترقی کی حد کیا ہونا چاہیئے۔ اور چونکہ ہم ہر شئے پر اسلامی نقطۂ نظر
سے غور کرنے کے لئے بحیثیت مسلم مجبور ہیں اس لئے ہم کو یہ معلوم کرنا
ہوگا کہ اسلام نے اس کے لئے کیا حد بندی کی ہے؟ اس کے لئے ہم کو
پہلے تصویر کے اثرات پر غور کرنا ہوگا تاکہ ہم یہ معلوم کر سکیں کہ اس کے
کونسے اثرات مضر ہیں اور کون مفید۔ اور یہ اثرات تصویر سازی
یا تصویر بینی کے کن مدارج پر جا کر ظاہر ہوتے ہیں۔ انھیں اثرات کے
لحاظ سے ہم ان مدارج پر حسن و قبح کا حکم لگا سکیں گے۔

تصویر کے اثرات سطور سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ تصویر کے اثرات
بلحاظ کمیت و دیگر ذوقی اشیاء سے زیادہ ہوتے ہیں، اس سے ہر
عالم و جاہل متاثر ہوتا ہے۔ اس کی قوتِ تاثیر محض مقدار ہی میں بڑھی
ہوئی نہیں ہے بلکہ کیفیت کے اعتبار سے اس سے کہیں زیادہ ہے۔
اس کا اثر محض جذبات تک محدود نہیں رہتا ہے بلکہ اس سے گزر کر

تخیلات، رجحانات اور اخلاق و عادات تک پہنچتا ہے۔ بلکہ بقول رسکن (   ) "صناع کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کو اپنے شریف جذبات میں شریک کرے"۔ مصور کا مقصد یہ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو لیکن اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ تصویر اخلاق پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ امر مشاہدے سے ثابت ہے جس کی مثالیں آگے چل کر پیش کی جائیں گی۔

تصویر کے اس گہرے اثر کا راز ہم کو با آسانی معلوم ہو سکتا ہے اگر ہم اپنی نظر کی قوت پر غور کریں۔ تصویر کا تعلق نظر سے ہے اور نظر انسان کی ساری ذہنی و عصبی قوتوں پر ایک طرح کی حکومت رکھتی ہے۔ ہمارے ذہن و دماغ کا بہترین جاسوس نظر ہے۔ دماغ کو اس پر سب سے زیادہ اعتماد ہوتا ہے اور وہ اس سے سب سے زیادہ اثر پذیر ہوتا ہے۔ روزمرہ کے واقعات میں غور کرنے سے یہ حقیقت محتاجِ استدلال بھی نہیں رہتی ہے۔ اگر کسی اندھیری کوٹھری میں ہم جانا چاہیں جس میں سانپ بچھو اور دیگر حشرات الارض کا خطرہ ہو تو ہم چراغ طلب کرتے ہیں تاکہ سب سے پہلے ہم اپنے سب سے معتبر جاسوس کے ذریعہ سے ان اشیاء کا پتہ معلوم کرلیں جو اس کے اندر ہیں اگر ہمارا جسم اس کے اندر کسی شئے سے مس ہوتا ہے تو ہم اپنے جسم کو فوراً اس سے علیحدہ کرتے ہیں اس لئے کہ ہم نے ابھی اپنے معتبر ترین جاسوس (نظر) سے اس کے متعلق کوئی علم نہیں حاصل کیا ہے۔ اگر آپ کو سائیکل پر بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اگر خاص اہتمام نہ کیا جائے تو یقیناً سائیکل کا ہینڈل اسی طرف مڑ جاتا ہے جس طرف آپ کی نگاہ مڑتی ہے

نشانہ بازی کا خاص راز یہ ہے کہ نگاہ نشانہ پر رہے۔ اگر نگاہ نے غلطی نہیں کی ہے تو گولی صحیح نشانہ پر پڑے گی۔ بانک، بنوٹ کے استادِ فن کا بنیادی گر یہی بتاتے ہیں کہ نگاہ دشمن کی نگاہ سے ملی رہے اس لئے کہ ہاتھ اسی طرف جاتا ہے جدھر نگاہ جاتی ہے۔

غرض نگاہ و نظر کو ہمارے دماغ و اعصاب اور ہمارے ارادے و رجحان پر بہت زیادہ قدرت حاصل ہے اس سے ظاہر ہے کہ جو چیز نظر پر اثر انداز ہوگی وہ یقیناً ہمارے دماغ، اعصاب، تخیلات، جذبات، رجحانات اخلاق وعادات سب پر اثر انداز ہوگی اور ان کو اپنے سے متاثر بنانے کی کوشش کرے گی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ اثرات اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور بُرے بھی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان اثرات کی اچھائی و برائی اسی جمال کی نوعیت کے تابع ہوگی جو تصویر سے ظاہر ہوگا۔ اسی طرح یہ بھی واضح ہے کہ جمال کی یہ تقسیم اس شئے کی نوعیت کے لحاظ سے ہوگی جس کی طرف یہ جمال انسان کے جذبات و افکار کو کھینچے گا۔ اس لئے ہم کو عالم کی ان مختلف اشیاء کو دیکھنا چاہئے جن کی تصاویر لی جا سکتی ہیں کہ ان کے جمال انسان کو کن اطراف میں لے جاتے ہیں؟ یا مختصر الفاظ میں ہم کو جمیل (   ) کے اقسام پر غور کرنا چاہئے۔

اقسامِ جمیل | وہ اشیاء جن کی تصویر لی جا سکتی ہے لاتعداد اقسام کی ہیں لیکن یہ سب اقسام دو قسموں کے ماتحت آجاتے ہیں:- (۱) جاندار اشیاء اور (۲) بے جان اشیاء۔

ذی حیات اشیاء کے جمال کا اثر | پہلے ہم جاندار اشیاء پر غور کرتے ہیں کہ انکی تصاویر

میں جو جمال ہوتا ہے اُن کا کیا اثر ناظر پر پڑتا ہے۔

تصویر سے جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ دو قسم کی ہوتی ہے اول وہ لذت جو خود نفسِ تصویر سے حاصل ہوتی ہے یعنے اُس کے رنگ، قد، صفائی سبکی وغیرہ سے۔ یہ اشیاء صرف ان لوگوں کی لذت کا سبب بنتی ہیں جو ذوقی اعتبار سے بہت پست حالت میں ہیں لیکن مضرت سے یہ بھی خالی نہیں ہوتیں یہ چیزیں انسان کی طبیعت میں اپنی جانب ایک کشش پیدا کرتی ہیں جس کو ہم پسندیدگی کے جذبہ سے تعبیر کر سکتے ہیں اس میں بھی کلام نہیں ہو سکتا کہ انسان فطرتاً اس چیز کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا ہے جس کو وہ طبعاً پسند کرتا ہے اس لئے اس صوری حُسن کو دیکھ کر یقیناً اس کے دل میں اپنے اندر اس چیز کو پیدا کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا اس طرح اس میں خود کو حسین و دلپسند بنانے کے جذبات حد سے زیادہ ترقی کریں گے تصنع اور بناوٹ تراش و خراش ہر دم کا مشغلہ ہو جائیگا۔ مردوں میں نسوانیت پیدا ہوگی اور عورتوں میں خانہ داری سے بے تعلقی، اس سے ایک طرف تو خانہ بربادی ہوگی دوسری طرف مردوں کی قوتِ مقابلہ کمزور ہو کر ان سے مدنیت و تہذیب کی حفاظت کی طاقت سلب کرے گی جو بالآخر تباہی و بربادی پر منتج ہوگی، یہی نہیں بلکہ یہ خود نمائی اور خواہشِ محبوبیت، عورتوں کا میلان مردوں کی جانب اور مردوں کا عورتوں کی جانب زیادہ کردیگی۔ اس لئے کہ ہر مرد و عورت کی یہ خواہش ہوگی کہ وہ زیادہ سے زیادہ افراد جنس مقابل سے خراجِ تحسین و محبت لے سکے یہ چیز بالآخر خواہش کی اشاعت کا بہت بڑا سبب بن جائے گی اور بدکاری و بے حیائی کی افراط آخر کار اس پوری قوم کو تباہ و برباد کردیگی جو تصویر سازی و تصویر بینی کے مرض میں مبتلا ہوگی۔

ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے یہ محض امکانات و احتمالات ہی نہیں ہیں بلکہ واقعات ہیں۔ یورپ کے "مہذب حیوانات" کو چھوڑئیے اس قدر دور جانے کی کیا ضرورت ہے اپنے گھر ہی میں غور کیجئے۔ نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دیکھئے کہ وہ مختلف لباسوں اور مختلف اوضاع میں مختلف تصاویر کھچوانے کے کس قدر عادی ہوتے ہیں، ایک تصویر سیاہ سوٹ میں کھینچی ہے تو دوسری سفید میں ہونا لازمی ہے ٹینس کے ڈریس میں اگر نہ کھینچی گئی تو سٹ ناکمل رہے گا، اپنے حسن کا یہ منظر کیسے دیکھ سکیں گے۔ اگر زیادہ دُبلے پتلے ہیں تو نیچے کوئی روئی کی صدری پہن کر تصویر کھنچوائی جائے گی، تاکہ اپنی نظروں میں کسی نہ کسی طرح حسین معلوم ہوں، خواہ واقعتہً حسین ہوں یا نہ ہوں، پھر اُن کی عام معاشرت ملاحظہ کیجئے، ہر کام اور ہر حرکت وسکون میں خود نمائی اور نسوانیت کا جذبہ شامل ہو گا خداوندِ عالم کے عطا کئے ہوئے قیمتی وقت کا ایک بہت بڑا حصّہ وہ بالوں کی تراش خراش، ڈاڑھی مونچھوں کی صفائی، غازہ و کریم کی مالش اور اسی قسم کے فضول کاموں میں ضائع کرتے ہیں۔ تصویروں کی دلدادہ عورتوں کی حالت اس سے بھی بدتر ہے ایک تو فطرتِ نسوانی حُسن نمائی کی مقتضی، پھر اس پر تصاویر کی ذوق نوازی، سمندِ ناز پر یہ تازیانہ خدا جانے ان کو کہاں لئے جا رہا ہے۔ خانہ داری کے بکھیڑوں سے ان کو نفرت، اور کیوں نہ ہو اُن کو اپنی آرائش سے کب فرصت ہے یہ رونا کہاں تک رویا جائے، اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں دیکھئے اور عبرت حاصل کیجئے۔ رہا یہ امر کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ سب تصویر کے اثرات ہیں اس کے لئے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اگر

ملیریا والے کے خون میں جراثیم کی موجودگی اس امر کا ثبوت ہو سکتی ہے
کہ یہی جراثیم ملیریا کا سبب ہیں تو یقیناً تصاویر کی پیدائش کے
ساتھ ان چیزوں کا پیدا ہونا اور ان کے اضافہ کے ساتھ ساتھ
ان میں اضافہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ تصاویر ان کا سبب ہیں
خصوصاً اس لئے کہ تصویریں اور ان امور میں عقلی و نفسیاتی ربط و
تعلق بھی موجود ہے۔ یہ دوسرا امر ہے کہ ان امور کے وجود میں تصویر
کے علاوہ اور اشیاء کو بھی دخل ہو جنھوں نے اس کے اثر کو اور قوی
اور تیز اور اس کے نتائج کو مرتب کر دیا ہو۔

اور یہ تصویر کے جن اثرات کا ذکر کیا گیا وہ اس لذت سے
ظاہر ہوتے ہیں جو بالکل سطحی ہوتی ہے مگر اس کی لذت کا حقیقی سرچشمہ
یہ نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا راز اس مطابقت میں پوشیدہ ہے جو
اس کو اصل شئے کے ساتھ ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مطابقت و مشابہت
جس قدر زیادہ ہو گی اسی قدر لذت بھی زیادہ ہو گی، نیز ظاہر ہے کہ
انسان کا ذوق جب اسی مطابقت کو لذت کا سرچشمہ پاتا ہے
تو اس میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کا خواہش مند ہوتا ہے اور تصویر
میں ہر وہ چیز دیکھنے کا خواہشمند ہوتا ہے جو اصل میں موجود ہے یہاں تک
کہ جذبات و احساسات بھی تصویریں دیکھنے کا خواہشمند ہوتا ہے
چنانچہ مصوّر کا کمال اسی میں سمجھا جاتا ہے کہ وہ تصویر میں جذبات و
خیالات کے عکس بھی دکھا دے۔ یہی نہیں بلکہ ہر وہ فعل جو اصل سے
صادر ہو سکتا ہے اور ہر وہ مقصد جس کے لئے اصل کا وجود ہوا ہے

؎ یہی وجہ ہے کہ ایسی اشیاء کی تصویریں بھی اچھی معلوم ہوتی ہیں جو خود بہت ہی بدشکل ہوتی ہیں۔

اِن سب امور کو وہ تصویر میں دیکھنے اور دکھانے کا خواہشمند ہی نہیں بلکہ حریص ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تصویر میں ایسی چیزوں کے دیکھنے کا بھی خواہشمند ہوتا ہے جو اصل میں نہیں دیکھ سکتا ہے بلکہ وہ محض اپنے تخیل سے ان کو اختراع کرتا ہے۔

اِس جذبۂ حرص کا اس درجہ پر پہنچ کر جب کہ اس کے ذوق کی طرف سے ہر لمحہ صدائے "ھَلْ مِنْ مَزِیْد" بلند ہو رہی ہو اعتدال پر رہنا نفسیاتی اعتبار سے ناممکن ہے اگر اس کو محال عقلی نہ بھی مانا جائے تو محال عادی تو ضرور ماننا پڑے گا۔ اور یہ ماننا بھی ہمارے مقصد کے لئے کافی ہے، اسی بے لگام حرص وہوس کی وجہ سے انسان تصویر سے ہر وہ لذت حاصل کرنا چاہتا ہے جو اس کو مرغوب ہے۔ انسان کے لذائذ میں سب سے زیادہ اور بہترین لذت وہ ہے جس کو ہم صنفی لذت کہہ سکتے ہیں اس لئے تصویر کا دلدادہ اس کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتا ہے وہ حیوانات کے میلان وافعال جنسی کے مناظر دکھاتا ہے ان سے خود لذت اٹھاتا ہے اور دیکھنے والوں کو اس میں شریک کرتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ سوسائٹی کو اس کا عادی بنا لیتا ہے تو ایک قدم آگے بڑھاتا ہے اور انسان کے جنسی افعال، یا مستور اعضاء اور اسی قسم کے فحش اور گندے مناظر پیش کرتا ہے یہ خواہش اس کی کل توجہات کو عورت پر مرکوز کر دیتی ہے جو ان لذائذ کا سرچشمہ ہے۔ وہ اس کے حسن کو تصاویر میں نمایاں کرتا ہے اور رفتہ رفتہ اس کے پردوں کو اٹھاتا جاتا ہے، یہاں تک کہ

اس کو برہنہ کر کے چھوڑتا ہے، اب اس کے نگار خانہ کی زینت
برہنہ عورتوں، ان کے پوشیدہ اعضا اور ان کے صنفی حرکات
کی تصاویر سے ہوتی ہے۔ اس درجہ پر پہنچ کر مصور کی حیوانیت بہیمت
تو یقینی ہو جاتی ہے۔ اگر یہ چیز خود اس حد تک محدود رہتی تو بھی
غنیمت تھا، لیکن ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہم اوپر تصویر کے عمیق اور
وسیع اثرات کا تذکرہ کر آئے ہیں جسے دیکھنے سے معلوم ہوا ہو گا کہ
تصویر کے اثرات مصور کے مساوی بلکہ شاید اس سے کچھ زائد اسکے
دیکھنے والوں پر ہوتے ہیں مصور ان کو اپنا ہم مذاق بناتا ہے اور
پھر ان کے ذوق کی تسکین کا سامان کرتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ
فحاشی اور بے حیائی میں نئی نئی جدتیں پیدا کر کے ان کے ذوق و شوق
کو مشتعل کرتا رہتا ہے اس طرح سوسائٹی کا مزاج فاسد اور مذاق
انتہائی گندہ اور ذلیل ہو جاتا ہے۔ فحش و بے حیائی، زنا و بدکاری
حسن پرستی، زن پرستی، لغویات اور فواحش کی کثرت ہو جاتی ہے
یہاں تک کہ قوم کی قوم اس میں مبتلا ہو جاتی ہے اس کا لٹریچر
بھی اس کے مذاق کی ہم آہنگی کرتا اور اس کا ذہن و دماغ علمی
مسائل سے ہٹ کر شہوانیات کی جانب زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے
اس میں سے وہ قوت فنا ہو جاتی ہے جو تمدن و عمران کے بقا کے
لئے لازمی ہے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ قوم اپنے تمام فواحش
و منکرات کو لئے ہوئے فنا کے آغوش میں سو جاتی ہے۔ ان سب کی
ابتدا کہاں سے ہوتی ہے محض جاندار اشیاء کی تصویر سے۔
یہ محض عقلی احتمالات نہیں ہیں بلکہ واقعات ہیں۔ تاریخ اس کی

شہوتوں سے بھری ہوئی ہے۔ نمونہ کے لئے یونان کو لیجئے تصویر و بت تراشی کا آرٹ وہاں عروج کے اعلیٰ ترین منازل پر پہنچا لیکن بالآخر کیا ہوا؟ آرٹ اور آرٹ ہی نہیں قوم کے سارے رجحانات کا مرکز عورت بلکہ شہوت بن گئی مجسموں اور تصویروں کے ذریعہ سے بے حیائی و بے غیرتی کے انتہائی شرمناک مناظر دکھانا مصوری کا کمال قرار پایا۔ قوم کا مزاج بگڑا اور عین اس زمانہ میں جبکہ یونان کا یہ آرٹ اپنی ترقی کی بلند ترین چوٹی پر تھا۔ یونان کا سیاسی اور قومی زوال شروع ہوگیا یہاں تک کہ اس کی ساری شان و شوکت خاک میں مل گئی۔ اس قوم میں جو فواحش کی کثرت ہوئی جو اس کے زوال کا باعث ہوئی اس کی ابتدا اسی مصوری کے منحوس فن سے ہوئی تھی پھر یونان کا ترکہ روم نے پایا۔ اس کی ترقی اور اس کا عروج بھی واقفانِ تاریخ سے مخفی نہیں ہے لیکن اس کے زوال کی ابتدا بھی اسی وقت سے ہوتی ہے جس وقت اس کا فنِ مصوری تمام عالم سے خراجِ تحسین وصول کر رہا تھا۔ دیکھنے کی بات ہے کہ اس وقت اس میں فواحش و بدکاریوں کی کیسی کثرت ہوگئی تھی۔

ہندوستان کی تاریخ سے تو ہم بہت مانوس ہیں مصوری کا آرٹ یہاں بھی بامِ عروج پر پہنچ چکا ہے مگر دیکھئے کہ ان کا ذوق تصویران کی نظرِ انتخاب کو رفتہ رفتہ کہاں تک لے گیا غور کیجئے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظر صنفیات کے دائرے میں محدود ہوگئی تھی۔ برہنہ دیوتاؤں اور دیویوں کی تصویریں گھر میں رکھنا تو آج بھی اہلِ ہنود میں نہ صرف داخلِ تہذیب بلکہ مذہبی تقدیس کا حامل ہے

یہاں تک کہ ان کو ایسے شرمناک حالات میں بھی دکھایا جاتا ہے جس پر تہذیب و انسانیت ماتم کرتی ہے۔ اس طرح بد اخلاقیوں بے حیائیوں، اور فواحش کو خوش اخلاقی اور تقدس کا مرتبہ دیا جاتا ہے الحاصل اسی راہ سے نہ صرف قوم بلکہ ہندو مذہب بھی شہوانیات فواحش، اور منکرات کا مجموعہ بن گیا ہے۔

اب تاریخ سے ہٹ کر مشاہدے کی طرف آئیے۔ یورپ اور امریکہ اور ان ممالک کو دیکھئے جہاں اس زمانے کے اعلیٰ درجہ کے "مہذب حیوانات" رہتے ہیں۔ فن مصوری کی ترقی کے ساتھ ساتھ ان میں کس طرح بے حیائیوں اور بدکاریوں نے ترقی کی تھوڑی سی زحمت سے آپ بآسانی یہ نتیجہ نکال لیں گے کہ آج تصاویر میں سب سے زیادہ کثرت عورتوں کی تصاویر کی ہے۔ اور یہ آج ہی نہیں، بلکہ ہر زمانہ میں جب کبھی مصوری نے ترقی کی ہے تو ایسا ہی ہوا ہے۔ ایسا ہونا لازمی بھی تھا جیسا کہ ہم سابق سطور میں ذکر کر چکے ہیں۔

خیر، آگے چلئے، بے حیائیوں کے جتنے مرقعے آپ کا ذہن اختراع کر سکتا ہے وہ سب آپ کو یورپ کے نگارخانوں، مکانوں اور بازاروں میں ملیں گے، اور کل تصاویر میں سے کم از کم نوے فی صدی اسی قسم کے شاہکار ہوں گے۔ ان کا آج کا لٹریچر بھی بعینہٖ تصاویر کا ہم آہنگ ہے۔ تصاویر ادب کی شارح اور ادب تصویر کا اور پھر یہ دونوں مل کر ان کی ناپاک و حیوانی زندگی کی تشریح کرتے ہیں جس کی ناپاکی کی ابتدا فن تصویر سے ہوتی ہے۔ ان ترقی یافتہ

حیوانات کی بے حیائیوں اور فواحش کی زیادہ تشریح کرنے کی احتیاج نہیں ہے، اس لئے کہ اب لوگ اس سے خوب واقف ہو چکے ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں ایک واقعہ کا تذکرہ مفید ہوگا جس سے یہ ظاہر ہو سکیگا کہ یہ ذوقِ تصویر پسندی ترقی یافتہ و آزاد ہو کر کن کن طریقوں سے اپنی تسکین چاہتا ہے۔

تھوڑے ہی عرصہ کا تذکرہ ہے کہ انگلستان کے ایک مصوّر نے لندن کے ایک اخبار میں اپنی قوم کی اخلاقی پستی کا رونا رویا تھا۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :۔

"بہت سی عورتیں میرے نگارخانہ میں آتی ہیں اور مجھ سے یہ فرمائش کرتی ہیں کہ میں ان کے پوشیدہ جسم کے اندرونی حصوں کی تصویریں لوں، بعض مردوں کے ساتھ صنفی وظیفہ میں مشغول ہوتی ہیں، اور مجھ سے اسی حالت کا فوٹو کھنچوانا چاہتی ہیں۔"

دیکھا آپ نے یہ ذوقِ تصویر کس طرح ظاہر ہوا؟
اب خود اپنے یہاں آئیے تصویر کے ذوق اور ان کی افزائش کے ساتھ ساتھ جس طرح یہاں بے حیائیوں اور بدکاریوں میں اضافہ ہوا ہے، وہ پوشیدہ نہیں ہے۔ خصوصاً سینما اور فلم نے جس طرح شرفا کی شرافت برباد کی ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ معمر حضرات تو بہت بڑا فرق محسوس فرما سکتے ہیں لیکن اس پندرہ سال کے اندر جو فرق پیدا ہو گیا ہے وہ بھی کچھ کم نہیں ہے۔

الحاصل جاندار اشیاء کی تصاویر رفتہ رفتہ انسانی اخلاق وعادات کو حیوانی و شہوانی بنانے کا بہت بڑا سبب ہیں

اور رفتہ رفتہ انسان کو یقینی ولابدی طور پر فواحش کی جانب لے جاتی ہیں اور صرف کسی ایک فرد کو نہیں بلکہ پوری سوسائٹی اور پوری قوم کو ان خباثت و رذائل میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ ان کا یہ اثر ضروری اور لازمی ہے، اس کو نہ حکومت روک سکتی ہے اور نہ کوئی دوسری طاقت، اگر جاندار اشیاء کی تصاویر کسی قوم میں بنائی جاتی ہیں تو وہ لازماً بداخلاقیوں اور فواحش میں مبتلا ہو گی اور ایک نہ ایک دن تباہ و برباد ہو گی۔ اس کی اجازت دے کر اس کے اثرات کو روکنا یا اس میں کوئی قید و بند لگانا اس لئے ناممکن ہے کہ یہ خود سوسائٹی پر اثر انداز ہوتی ہے، اس لئے اس کو روکنے والی طاقت خود اسی کے زیر اثر آجاتی ہے اور اس سے مغلوب ہو جاتی ہے اب سے چند سال پیشتر کوک شاستر کی قسم کی کتابوں اور فحش تصویروں کی اشاعت ممنوع تھی لیکن آج اُن کی کوئی ممانعت نہیں ہے؟

اس لئے کہ حکومت بھی اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ اور پبلک بھی، روکے تو کون روکے؟ ان مہلک اثرات سے بچنے کی تدبیر صرف یہ ہے کہ جاندار اشیاء کی تصویر بنانا قطعاً ممنوع رہو۔

جمالِ تصویر سے ایک دوسری نوع کی لذت بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ وہ لذت ہوتی ہے جو کسی شخصیت کی عظمت کے ساتھ مخلوط ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے، یہ انسان کو شخصیت پرستی کی طرف لے جاتی ہے اور پہلے شرک خفی میں اور بعد کو بعض اوقات شرکِ جلی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اسی بیسویں صدی

کے علمی دور میں ہٹلر، مسولینی وغیرہ کی تصویروں کے ساتھ ان کے ہم قوم جو برتاؤ کرتے ہیں وہ شرک اور پرستش کی حد تک پہنچتا ہے دور کیوں جایئے ہندوستان میں ہندو صاحبان اپنے بعض لیڈروں کی تصاویر کے ساتھ اب یہی برتاؤ کرنے لگے ہیں، اور مسلمانوں میں بھی اب یہ رسم رواج پا رہی ہے۔ راقم السطور کو ایک صاحب کے یہاں جانے کا اتفاق ہوا تو دیکھا کہ اُن کے کمرے میں ایک ہندو لیڈر کی تصویر آویزاں ہے جس پر پھول ہار ڈالا گیا ہے مجسموں کی نقاب کشائی تو موجودہ زمانہ کی ایک خاص رسم ہے۔

انسان صاحب فکر پیدا کیا گیا ہے۔ کورانہ تقلید (جس میں کسی فکر کو مطلق دخل نہ ہو) اس کی قوتِ فکریہ کو شل کر دیتی ہے، اور تصویر کی یہ قسم شخصیت کو تخیل پر غالب کرکے اس کورانہ تقلید کا رجحان انسان میں پیدا کرتی ہے جو اس کی ذہنی ترقی کے لیے بیحد مضر ہے، اس طرح وہ اپنی فکری اور خلقی سے پہلے اخلاقی زندگی کھو بیٹھتا ہے۔ یورپ کو دیکھئے جن کے اخلاق و عادات ان کے اعاظم رجال کے تابع رہتے ہیں کس طرح وہ اپنی اخلاقیت کو کھو چکے ہیں اور اب رفتہ رفتہ اپنی فکری زندگی بھی کھو رہے ہیں۔

جاندار اشیاء کی تصاویر کے خوفناک اثرات صرف یہی نہیں ہیں جو ہم ذکر کر آئے ہیں، بلکہ کچھ اور بھی ہیں ان میں سے چند کا ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) انسان جب کسی شئے کو پسند کرتا ہے تو اس پسندیدگی کا

ظہور دو طریقوں سے ہوتا ہے پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ انسان یہ
خواہش کرتا ہے کہ اس پسندیدہ شئے پر قابو اور استیلا حاصل کرے
اور اس کو اس مقصد کے لئے اپنے استعمال میں لائے جس مقصد
کے لیے اس شئے کی تخلیق ہوئی ہے۔ مثلاً اگر کسی کپڑے کو پسند کرتا
ہے تو اس پسندیدگی کی یہی صورت ہوتی ہے کہ وہ اس کو حاصل کرکے
پہننا چاہتا ہے۔ یا اگر کوئی کھانے کی شئے اس کو پسند ہے تو
وہ اس کو کھانا چاہتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان کی
خواہش ہوتی ہے کہ خود اس کے مثل ہو جائے، یا کم از کم اس سے
زیادہ مشابہت پیدا کرلے مثلاً کسی مرید کو اپنے پیر سے محبت
ہوتی ہے تو اس کی یہی صورت ہوتی ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ
اپنے پیر کی زیادہ سے زیادہ اتباع کرے عام حالات میں انسان
ان طریقوں کے اختیار کرنے میں طبعی نفسیات کی پیروی کرنے
پر مجبور ہوتا ہے اس لئے کہ یہی اس کی فطرت ہے یعنے جو اشیاء
کہ قابلِ استعمال و تصرف ہیں ان کو تو اسی معنی کے لحاظ سے پسند
کرتا ہے کہ وہ ان کو حاصل کرکے استعمال میں لائے اور جو اشیاء
اس کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں اس کے لئے موخرالذکر طریقہ اختیار
کرتا ہے یہی ذوقِ سلیم اور فطرتِ سلیم کا اقتضاء ہے، لیکن بعض
خاص حالات میں انسان کا یہ مذاقِ سلیم منعکس اور مسخ ہو جاتا ہے
یعنے وہ ان اشیاء سے بھی مماثلت و مشابہت ہی پیدا کرنے کی کوشش
کرتا ہے جن پر اس کو غلبہ و اقتدار حاصل ہو سکتا ہے۔ منجملہ ان خاص
حالات کے جو ذوقِ سلیم کو مسخ کرتے ہیں ایک حالت یہ بھی ہے کہ

انسان کی پسندیدگی اس کے عزم پر غالب آگئی ہو اور وہ خواہشِ ذوق سے اس قدر مغلوب ہو گئی ہو کہ اس کا عزم و ارادہ کلیتہً اس کے ماتحت ہو گیا ہو۔

عورت ہر مرد کے لئے فطرتاً بہت پسندیدہ صنف ہے لیکن یہ پسندیدگی جب انسان کے عزم و ارادے پر غلبہ حاصل کر لے تو انسانیت کو تباہ اور نظامِ عالم کو پراگندہ کر دیتی ہے، ایسی صورت میں ہوتا یہ ہے کہ مرد میں عورت سے مماثلت پیدا کرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مردوں کی نسوانیت کس قدر خطرناک اور تباہ کن ہے۔ بعض شاہان اودھ کی نسوانیت اور حیا سوز حرکتیں آپ نے سنی ہوں گی۔ یہ سب اسی جذبہ کے ماتحت ہوئیں۔

تصویر انسان کے فطری مذاقِ پسندیدگی میں یہ قبیح انقلاب پیدا کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے تصویر خصوصاً عورت کی تصویر سے انسانی جذبات ہیجان میں تو آ جاتے ہیں اور اس کے خط و خال اس کے دل میں پسندیدگی کا جذبہ پیدا کر کے اس کو بڑھاتے رہتے ہیں لیکن وہ انسان کی خواہش کی پوری تسکین کرنے سے عاجز ہے، وہ آگ لگاتی ہے اور اس کو برابر بھڑکاتی رہتی ہے مگر اس کو بجھا نہیں سکتی۔ اس ہیجان انگیزی کا اثر رفتہ رفتہ عزم و ارادہ کے ضعف کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے اور تسکین سے عاجزی انسان کے دل میں اس سے مماثلت پیدا کرنے کا جذبہ پیدا کر دیتی ہے اس طرح تصویر مردوں میں نسوانیت پیدا کرتی ہے۔ شہادت کے لئے زمانہ حال کے مذاق اور فیشنوں کو ملاحظہ کیجئے۔

(۳) تصاویر کا اثر ایک نسل تک محدود نہیں رہتا ہے۔ بلکہ والدین سے اولاد میں سرایت کرتا ہے۔ وظیفۂ زوجیت کے وقت باپ کے خیالات اور زمانۂ حمل میں ماں کے خیالات کا اثر بچہ کی شکل و صورت، طبیعت و مزاج، اخلاق و رجحانات پر ضرور پڑتا ہے۔ یہ کوئی قدیم نظریہ ہی نہیں ہے بلکہ جدید بلکل سائنس کا بھی مسلمہ مسئلہ ہے اور یہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ تصویر کا اثر ذہن و دماغ پر کس قدر گہرا ہوتا ہے۔ اس لئے حیوانات اور عورتوں کی تصاویر کا یہ اثر اولاد پہ ہونا کہ ان کے اخلاق و کردار میں حیوانیت یا نسوانیت پیدا ہو جائے بالکل کھلی ہوئی چیز ہے، مشاہدات بھی اس کی تائید کرتے ہیں، نئی نسل میں جو نسوانیت و کمزوری پائی جا رہی ہے اور جس طرح وہ بچپن ہی سے عاشقانہ مزاج اور رومانی زندگی کی خواہش رکھتے ہیں، اس میں تصاویر کو بہت بڑا دخل ہے خصوصاً متحرک تصاویر (فلم) تو اور بھی زیادہ اس میں دخل رکھتی ہیں۔ ذی عظمت اشخاص کی تصاویر بھی اولاد کے اخلاق و عادات پر مضر اثر ڈالتی ہیں لیکن ان کا اثر حیوانی و نسوانی تصاویر سے ذرا مختلف ہوتا ہے۔ ان سے انسان کے ذہن میں شخصیت پرستی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو اولاد میں کورانہ تقلید اور جمود کے جذبات پیدا کر دیتے ہیں جس سے ان کی طبیعت میں ایسی جدت و حدت کا مادہ نہیں رہتا جو ترقی کی جان اور فکری ارتقاء کی روح رواں ہے۔[۱]

---

(۱) یہ واضح رہے کہ اصل شے کے دیکھنے سے ان مہلک اثرات کا پیدا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ بہت مستبعد ہے، کیونکہ اصل شے میں نہ تو وہ جاذبیت نظر صناعی اور بناوٹ ہوتی ہے اور نہ تصویریت کی ندرت، جیسا کہ روزمرہ کے مشاہدات۔ انسانی فطرت پر یہ اثرات مرتب نہیں ہوتے

(۳) تصاویر کی ذوق نوازی کا راز اصل شئے کے ساتھ اس کی مطابقت میں پنہاں ہوتا ہے لیکن کسی جاندار شئے کی تصویر کا اپنی اصل کے ساتھ مکمل طور پر مطابق ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے مصور تصویر میں ایسی چیزیں رکھتا ہے جو ناظر کی قوتِ واہمہ پر اثر ڈال کر اس کو مطابقت کا زیادہ سے زیادہ وہم دلائیں۔ اس طرح تصویر کے ذریعہ سے مصور اور ناظرین دونوں کی قوتِ واہمہ کو ترقی ہوتی ہے جو انسان کی عقلی ترقی کے لئے بیحد مضر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس قوم میں زیادہ عرصہ تک اور بہت زیادہ تصاویر کا رواج رہا وہ وہم پرست ہو کر رہ گئی۔ ہندوؤں کی مثال آج ہمارے سامنے ہے۔

(۴) انسان کے ذوق کو حیوانی ذوق پر جو فوقیت حاصل ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان کا ذوق اس کی قوتِ فکریہ کے منہاج پر چلتا ہے۔ بہت سے رنگ حیوانات کو بھی بہت پسند ہیں۔ مثلاً بعض کیڑوں کو سفید رنگ بہت مرغوب ہوتا ہے اسی طرح بعض خوش بویات بعض حیوانات کو بہت مرغوب ہیں مثلاً بلی باورنجبویہ کی خوشبو سونگھ کر بیخود ہو جاتی ہے لیکن انسان ان اشیاء (الوان وغیرہ) میں فکری و عقلی محاسن کا بھی لحاظ کرتا ہے جس سے حیوانات محروم ہیں۔ مگر جاندار اشیاء کی تصاویر انسان کی قوتِ واہمہ بڑھا کر اور ذوق کو اس کے حدود سے آگے پہنچا کر قوتِ فکریہ کو ذوق کے تابع کر دیتی ہیں اور رفتہ رفتہ انسان کو اسی درجہ پر پہنچا دیتی ہیں کہ وہ لذت میں فکر سے کام نہیں لیتا، نہ عقلی جمال کا ادراک کر سکتا ہے۔ اس انقلابِ ذوق کی وجہ نمبر (۳) سے ظاہر ہے۔ مشاہدہ کرنا ہو تو محض الوان کے متعلق مغربی مذاق کے انقلاب پر نظر کیجئے۔

یہ ظاہر ہے کہ گہرے رنگ ذوقِ کثیف پر زیادہ اثر ڈالتے ہیں اور ہلکے رنگ ذوقِ لطیف کو زیادہ متاثر کرتے ہیں۔ اسی لئے جاہل اور گنوار اشخاص گہرے رنگ زیادہ پسند کرتے ہیں اور تعلیم یافتہ شہری ہلکے رنگ، اہلِ یورپ بھی دورِ جہالت میں گہرے رنگوں کے شائق تھے مگر دورِ ترقی میں ہلکے رنگوں کو پسند کرنے لگے۔ لیکن اب پھر ان کا ذوق بدلا اور اسی جاہلانہ درجہ پر آگیا ہے یعنے اب پھر وہ گہرے رنگ کو پسند کرتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ تصویر میں انہماک کی وجہ سے قوتِ واہمہ نے ترقی کر کے ان کے ذوق کو انسانی کے بجائے حیوانی بنا دیا ہے۔

عام طور پر تصاویر کے جو اثرات انسان کے افکار و کردار پر پڑتے ہیں، مقالۂ ہذا کے اوائل میں ان کی طرف کچھ اشارات کئے جا چکے ہیں، لیکن تصویر میں بعض خصوصیات پیدا ہو جانے سے اس کے اثرات میں بھی شدت و قوت پیدا ہو جاتی ہے اور منجملہ ان اشیاء کے جو تصویر کی تاثیراتِ قبیحہ میں اضافہ کر دیتی ہیں ایک "حرکت" بھی ہے۔ یعنی جب تصویر متحرک ہوتی ہے (جیسا کہ سینما میں ہوتا ہے) تو اس کی یہ حرکت اور بھی زیادہ غضب ڈھاتی ہے اور اس کے زہریلے اثرات میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے اور یہ اس لئے کہ حرکت سے قوت کا اظہار ہوتا ہے، اور قوت کا ظہور جس شئے سے ہوتا ہو وہ نسبتاً اس شئے سے زیادہ موثر ہوتی ہے جس سے قوت و طاقت کا ظہور نہ ہوتا ہو مثلاً ہم دیکھتے ہیں سڑک کوٹنے کا انجن جب تک حرکت نہ کرے اس وقت تک سڑک کے کنکر اس سے نہیں ٹوٹتے۔ علیٰ ہذا چکی کے پاٹوں کے بیچ

میں اگر گیہوں وغیرہ دبا دئیے جائیں لیکن ان پاٹوں کو مسلسل حرکت نہ دیجائے تو صرف دب جانے سے گیہوں آٹا نہیں بن جاتے تو خالص مادیات و محسوسات میں بھی اس قسم کے مشاہدات اس کا ثبوت ہیں کہ حرکت (خواہ کسی شئے کی ہو) متحرک شئے کی قوت تاثیر میں کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور کر دیتی ہے، اور نظری طور پر اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ حرکت آثار حیات میں سے ہے اور سکون عدم حیات (موت) کا مقتضیٰ اور ظاہر ہے کہ زندگی اور اس کے آثار میں جو قوت و تاثیر ہو سکتی ہے وہ موت اور اس کے خواص میں کہاں؟

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ متحرک تصاویر (سینما) کا اثر بہ نسبت عام غیر متحرک تصاویر کے انسان کے افکار، رجحانات، اخلاق اور افعال و اعمال پر زیادہ پڑتا ہے پس تصاویر کے وہ تمام قبیح اثرات جو اس سلسلہ میں بیان کئے گئے تھے وہ سب ہی متحرک تصاویر کے اس نظارہ سے جس کا نام سینما ہے اور زیادہ قوت و شدت کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ سینما کے وجود میں آنے کے بعد سے لوگوں کے اخلاق و عادات جس سرعت کے ساتھ زوال پذیر ہوئے ہیں اور جس طرح ان میں فواحش، بے حیائیوں اور بدکرداریوں کا رواج ہوا ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے۔

پرانے زمانے کی غیر متحرک تصویروں سے جو قبیح و شرمناک اثرات صدیوں میں بھی نہیں پھیل سکتے تھے متحرک تصاویر کی اس ایجاد (سینما) سے وہ آٹھ دس سال میں پھیل گئے ہیں۔

سینما کے قبیح اثرات کی شدت و قوت کا ایک دوسرا سبب

یہ بھی ہے کہ اس کی تصاویر میں تسلسل و ربط ہوتا ہے، اور یہ ربط و تسلسل نیز واقعات کی مسلسل عکاسی و نقاشی، یہ امور بھی ایسے ہیں جو تصویر کے اثرات کو قوی تر کر دیتے ہیں، اس لئے کہ مختلف موثرات مربوط اور مرتب ہو کر طبعاً اور زیادہ قوت حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کی مثالیں بھی بکثرت ملتی ہیں اور روزمرہ ان کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً ریشم کے باریک ڈورے بہت کمزور ہوتے ہیں لیکن اگر بہت سے تاگوں کو باہم مربوط کر دیا جائے تو اُن کی رسی بہت مضبوط ہو جاتی ہے، اسی طرح سینما دیکھنے والوں کے ذہن و دماغ پر اس کی مسلسل و مربوط تصاویر کا بہت گہرا نقش قائم ہو جاتا ہے۔ پھر چونکہ ان واقعات کا تعلق انسان کی زندگی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے یہ اور گہرا ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ اگر وہ اس کو مٹانا بھی چاہے تو بسا اوقات نہیں مٹا سکتا ـــــــ لیکن پردۂ سیمیں پر جو کچھ نظر آتا ہے وہ واقعات کے ساتھ کتنا ہی مطابقت کیوں نہ رکھے پھر بھی وہ واقعہ تو نہیں ہو سکتا اس میں جذبات و تخیلات اور آرزوؤں کی آمیزش ضروری ہے جس کے بغیر اس میں جاذبیت پیدا ہونا محال ہے۔ ورنہ کم از کم یہ تو تسلیم ہی کرنا پڑے گا کہ وہ ہر شخص کی زندگی کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ لیکن تمثیل اپنی جاذبیت کی وجہ سے ہر شخص کو اس طرف دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کو اس کے مطابق بنانے کی کوشش کرے، پھر حالات سے خواہش کی یہ نامطابقت انسان کو عجب کشمکش میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور اس کی زندگی تخیلات و واقعات کا ایک عجیب غیر مربوط مجموعہ بن کر رہ جاتی ہے پھر بسا اوقات ایسا ہوتا ہے،

کہ اس سعی لاحاصل اور اس مُسلسل کشمکش کی وجہ سے وہ خود بھی ہمیشہ تکلیف میں مبتلا رہتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی اپنے لایعنی رویہ کی وجہ سے تکلیف دیتا رہتا ہے۔

پھر ان نفسیاتی اثرات کے علاوہ سینما کے جسمانی اثرات بھی کچھ کم خوفناک نہیں ہوتے۔ متحرک تصاویر کے اثرات آنکھوں اور اس کے متعلقہ اعصاب، نیز دماغ کے عصبی مراکز اور اس کے واسطہ سے جسم کے کل نظامِ عصبی کے لئے بہت نقصان رساں ہوتے ہیں، روحِ عصبی اور اعصاب کے نازک و لطیف ریشے اس شدید بار کو برداشت نہیں کر سکتے اور بالآخر مضمحل ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً وہ اشخاص جو طبعاً ضعیف الاعصاب ہوں، اس سے اور بھی زیادہ نقصان اٹھاتے ہیں اور ضعفِ اعصاب سے پیدا ہونے والے عوارض کا شکار ہو جاتے ہیں، بالخصوص صنفِ نازک کو اپنے قویٰ کی نزاکت و کم طاقتی کی وجہ سے اس مضرت میں زیادہ حصّہ ملتا ہے۔ ہمارے طبقۂ اناث میں مرض اختناق الرحم کی فی زمانہ کثرت اور سینما کی وبا کی ساتھ ساتھ اس کا وبائی صورت اختیار کر لینا ہمارے اس دعوے کا بیّن ثبوت ہے۔

سینما بینی کے لئے بعض حضرات ایک عذرِ لنگ یہ تراشا کرتے ہیں کہ اس سے بعض اخلاقی نصائح حاصل ہوتے ہیں لیکن فی الحقیقت یہ عذر محض ایک حیلہ اور بہانہ ہے اور اس کو استعمال کرنے والے یا تو نفسیات سے بالکل بے بہرہ ہیں یا دیدہ و دانستہ وہ اس کے اصول سے خود چشم پوشی کرتے اور دوسروں کو فریب دینا چاہتے ہیں

انسان کا طبعی خاصہ ہے کہ وہ اپنے مقصود و مطلوب کے لحاظ سے اشیاء سے متاثر ہوتا ہے یعنی کسی شئے پر نظر کرنے سے اس کا جو مقصود ہوتا ہے اسی نوعیت کا اس سے انسان پر اثر پڑتا ہے مثلاً اگر کسی جنازے کو ہم اس تصور سے دیکھتے ہیں کہ اس سے عبرت و بصیرت حاصل کریں تو بیشک ہم پر اس کے دیکھنے سے یہی اثر ہوگا لیکن اگر جنازے کی سفید براق چادر مجمع کی خموشی اور کثرت وقت و موسم کے ساتھ اس منظر کی مناسبت کندھا دینے والوں کا سنجیدگی اور ادب کے ساتھ کندھا بدلنا، کافور کی بھینی بھینی خوشبو سے فضا کا تعطر، ان سب چیزوں کے مجموعہ سے جو ایک حسین کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس سے لذت حاصل کرنا ہمارا مقصود ہو تو عبرت و بصیرت کے بجائے لطف و سرور کے جذبات ہمارے دل میں پیدا ہونگے۔ اسی قاعدے سے ہم کو سینما کے متعلق فیصلہ کرنا چاہیئے۔ کون نہیں جانتا کہ سینما دیکھنے والوں کا مقصد عموماً اس سے لذت حاصل کرنا ہی ہوتا ہے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ تصویر کا مقصد اس کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا، اس لئے اس سے عبرت و نصیحت حاصل ہونا ناممکن ہے اور اگر بالفرض ہزار میں ایک آدھ شخص نے اُس سے کوئی اچھا اثر لے بھی لیا تو حکمت کے اصول پر اس سے اس کی عمومی قباحت و شناعت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ قوانین عام حالات کے لحاظ سے ہی بنائے جاتے ہیں نہ کہ فرضی یا استثنائی صورتوں کا لحاظ کر کے اور ان فرضی یا استثنائی مثالوں کا سہارا لے کر "حکم و قانون" کی خلاف ورزی کرنا نہ شرعاً درست ہو سکتا ہے نہ عقلاً اور نہ اخلاقاً۔

علاوہ بریں انسان طبعاً لذت کا طالب ہے جب اس کے سامنے لذیذ و غیر لذیذ کا مجموعہ پیش کیا جاتا ہے تو وہ (بشرطیکہ کوئی خاص مانع نہ ہو) اس میں سے لذیذ کو اخذ کر لیتا ہے اور اس سے متاثر ہوتا ہے اور غیر لذیذ کو ترک کر دیتا ہے۔ یہ تجزیہ حتی الامکان وہ خارج ہی میں کر لیتا ہے لیکن اگر خارج میں کسی مانع کی وجہ سے اس کا امکان نہ ہو تو پھر یہ عمل وہ ذہن میں انجام دیتا ہے۔ پھر یہ بھی مسلم ہے کہ انسان حسی لذت کو وہمی لذت پر اور وہمی لذت کو عقلی لذت پر طبعاً (نہ کہ فطرتاً) ترجیح دیتا ہے، تو سینما میں اگر کوئی عبرت و نصیحت ہوتی بھی ہو تو یا تو وہ سینما بیں طبقہ کے لئے سرے سے "لذیذ" ہی نہیں ہوتی، اور یا اس کی لذت وہمی یا عقلی ہوتی ہے (کیونکہ عام طور پر اخلاقی نصائح حسی لذت سے خالی ہوتے ہیں) اور اس کے ساتھ حسی لذائذ کی آمیزش بلکہ کثرت ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ ان حسی لذائذ کے مقابلہ میں انسان ان وہمی یا عقلی لذائذ کی کیا پرواکر سکتا ہے۔ وہ تو فوراً یا کچھ دیر کے بعد اس مجموعہ کا تجزیہ کر کے ان میں سے حسی لذائذ ہی کو اپنے لئے مخصوص کر لیتا ہے، یعنی انہی سے متاثر ہوتا ہے اور انہی کو حاصلِ تماشہ سمجھتا ہے اور عقلی یا وہمی لذائذ سے وہ کوئی سروکار نہیں رکھتا اور اُس کے اِس عمل سے کوئی مانع بھی نہیں ہوتا۔

اِن حقائق کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ سینما سے انسان کے اخلاق و عادات پر کوئی اچھا اثر پڑ سکتا ہے۔ اس صنعت کو اب تو کافی عرصہ ہو چکا ہے لیکن ایک مثال بھی غالباً اس کی

نہیں پیش کی جا سکتی کہ کسی شخص کے اخلاق و عادات میں سینما دیکھنے سے کوئی خوبی پیدا ہوئی ہو۔ بلکہ اس کے بالکل برخلاف اس ناپاک صنعت نے دنیا کے اخلاق و عادات کو جس قدر برباد کیا ہے اس کا اندازہ کرنے کے لئے کسی ثبوت کی حاجت نہیں، بلکہ صرف نظر انصاف اور میزانِ عدل کی ضرورت ہے، فحش کاری اور بےحیائی کو اس نے اس قدر عام کر دیا ہے کہ اب اس کا عیب ہونا بھی لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ غیرت و حمیت ختم ہو گئی اور اسی کی بدولت بےغیرتی کا یہ عالم ہے کہ باپ بیٹی، اور بھائی بہن ساتھ ساتھ سینما گھروں میں بیٹھ کر بےحیائی کے ناپاک اور گندے مناظر دیکھتے ہیں اور دونوں میں سے کسی کو شرم و غیرت نہیں آتی۔ شریفوں کی شرافت اور نجیبوں کی نجابت سینما گھروں ہی کے قبرستانوں میں دفن ہو چکی ہے، بڑے شریف و نجیب گھرانوں کی لڑکیاں آج اسٹیج پر حیا سوز رقص دکھانا اپنا قابلِ فخر کارنامہ سمجھتی ہیں۔ ان اثرات کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی اگر کوئی شخص سینما کی حمایت کرتا ہے اور اس کو جائز قرار دیتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی اخلاقی حس قطعاً باطل ہو چکی ہے۔ وہ فواحش کو غالباً فواحش ہی نہیں سمجھتا اور ان کی اشاعت کا خواہشمند ہے وہ حیوانی ماحول چاہتا ہے اور خود ـــــــ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ کا مصداق ہے۔

غیر ذی روح اشیاء کی تصاویر کا اثر | یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا تمام تر ذی روح اشیاء کی تصاویر سے متعلق تھا لیکن غیر ذی روح اشیاء کا حال اپنے

اثرات کے لحاظ سے اس سے بالکل مختلف ہے، ان کے دیکھنے
اور بنانے سے جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ بہت لطیف اور ہلکی
قسم کی ہوتی ہے جس سے آدمی مغلوب نہیں ہوتا، اور اسی واسطے
وہ کبھی اس کی کوشش نہیں کرتا کہ وہ اس سے مشابہت و مماثلت
پیدا کرے، دنیا میں کون ذی ہوش ہے جو دریا، پہاڑ، درخت
یا آسمان و زمین بننا چاہتا ہو، غرض یہاں واضح کوئی ایسی
شئے ہوتی ہی نہیں ہے جو انسان کے اخلاق و عادات پر کوئی
بُرا اثر ڈال سکے اسی لئے ایسے تصاویر خواہ اپنی اصل کے ساتھ
وہ کیسی ہی مکمل مشابہت و مطابقت کیوں نہ رکھتی ہوں،
انسانی اخلاق کے لئے وہ کبھی مضرت رساں نہیں ہوسکتیں
اور نہ کسی بے حیائی اور بدکرداری کی اشاعت کا وہ سبب
بن سکتی ہیں۔ ان سے صرف چند اقسام کی لذتیں ہی حاصل کیجاسکتی
ہیں جو سب کی سب بے ضرر ہیں نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ غیر ذی روح
اشیاء پر ذی روح اشیاء کو ایک بین اور بدیہی فضیلت و فوقیت
حاصل ہے، اس لئے اس قسم کی تصاویر کی عظمت کبھی ناظر کے ذہن
میں نہیں قائم ہوسکتی لہذا ان سے شخصیت پرستی اور کورانہ تقلید
کے جذبات پیدا ہونے کا بھی احتمال نہیں ہے نیز یہ مناظر خواہ
کتنے ہی حسین کیوں نہ ہوں انسان کی طبیعت پر اس قدر گہرا اثر
نہیں ڈال سکتے ہیں جو اس کی اولاد تک کو متاثر کرسکے، یا
جو اس کے اخلاق و عادات میں کوئی نمایاں تغیر پیدا کردے
علیٰ ہذا یہ بھی ظاہر ہے کہ صنفی جذبات کی تحریک کا کوئی مواد

ان میں نہیں موجود ہوتا ہے۔

بلکہ ان نقائص سے پاک ہونے کی وجہ سے ان تصاویر کا بہت اچھا اثر انسان پر پڑتا ہے۔ ان کے ذریعہ سے ان کا ذوق زندہ رہتا اور ترقی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت برباد نہیں ہونے پاتی۔ پھر بے جان اشیاء میں کثرت سے وہ اشیاء ہیں جن کا حسن محض مشاطۂ قدرت ہی کی دست کاری کا رہین منت ہے۔ اس لئے انسان ان میں اور ان کی تصاویر میں قدرت الٰہی کے جلوے ہی دیکھتا ہے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ہ پکار اٹھتا ہے، نیز ان اشیاء کے فطری حسن وجمال کے مشاہدے اور اس سے استلذاذ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کے ذوق جمال میں فطریت پیدا ہو جاتی ہے جو انسانی ذوق کا اعلیٰ ترین درجۂ ارتقاء ہے پھر اس فطریتِ ذوق کا اثر اس کے دوسرے قویٰ پر بھی پڑتا ہے اور اس کی فطرت کو سلامتی واستقامت کی جانب لے جاتا ہے۔ پھر ان بے جان اشیاء میں وہ چیزیں بھی شامل ہوتی ہیں جو انسانی صنعت واختراع کی رہین منت ہوتی ہیں مثلاً مشینیں، عمارات وغیرہ اور ظاہر ہے کہ ان جیسی چیزوں میں جدت واختراع کا میدان بہت وسیع ہوتا ہے کیونکہ انسان کا ذہن نئے نئے نقشے ایجاد کر سکتا ہے اس واسطے ان اشیاء کی تصاویر ان کے حسن وقبح کو نمایاں کر کے اس جدت طرازی میں معاون ہوتی ہیں، اس طرح سے ان تصاویر کے ذریعہ صرف تسکینِ ذوق

ہی نہیں ہوتی بلکہ انسان کی قوت عملی میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور اس میں ایجاد و اختراع کا ملکہ پیدا ہوتا اور ترقی کرتا ہے۔ بخلاف جاندار اشیاء کی تصاویر کے کہ ان سے یہ فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا کیونکہ ان میں جدت اور صنعت و اختراع کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔ بنابریں اُن کا اثر انسان کی قوت عملی پر اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ یعنی وہ قوت عملی کو کمزور کر دیتی ہیں یا زیادہ سے زیادہ اس کو ذوق تک محدود کر دیتی ہیں یعنے ناظر و مصور دونوں کا ذوق تو ان سے ہیجان میں آ جاتا ہے مگر تسکین نہیں پاتا، اس لئے اس کی پوری جدوجہد یہی ہوتی ہے کہ ہر شئے سے عقلی یا عملی فائدہ حاصل کرنے کے بجائے بس ذوقی لذت حاصل کرے۔ اور اگر اس کی طبیعت ایجاد کی طرف مائل بھی ہوتی ہے تو وہ ایسی اختراعات کرتا ہے جو اس کے ذوقِ تشنہ کی پیاس بجھا سکیں۔ اس لئے کہ دوسری قسم کی جدت طرازیوں سے وہ مایوس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فواحش اور بے حیائیوں میں لازماً مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور انہی میں اپنی قوتِ ایجاد و اختراع کے جوہر دکھاتا ہے اور تصویر میں اس کی جدت طرازیاں محض اسی نوعیت کی ہوتی ہیں۔

مندرجۂ بالا سطور سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ ذی روح اور غیر ذی روح اشیاء کی تصاویر میں اثرات کے اعتبار سے زمین آسمان کا فرق ہے۔ ایک کا جمال انسان کی طبیعت پر جو اثر کرتا ہے دوسرے کا جمال اس سے بالکل مختلف اثر رکھتا ہے اس لئے عقلاً دونوں کے احکام میں بھی فرق ہونا چاہئے۔

دوسرا سوال | دوسرا سوال یہ تھا کہ اظہار لذت جمال اور مشاہدۂ لذت جمال کی خواہشوں کو آزاد ہونا چاہیئے یا پابند؟ ظاہر ہے کہ اس سوال کے بھی دو حصے ہیں۔ پہلا اول الذکر (اظہار لذتِ جمال) سے متعلق ہے اور دوسرا ثانی الذکر (یعنی مشاہدۂ لذتِ جمال) سے

پہلے حصے کے متعلق بحث کرنے کے لئے اس بات پر غور کرنا ضروری ہے کہ انسان لذت کا اظہار کیوں کرتا ہے یا کیوں کرنا چاہتا ہے۔

اظہارِ لذت کا سبب | اظہار لذت سے انسان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ لذت کو مکرر حاصل کرے۔ آدمی کا نفسِ شاعر (Concious Mind) جو لذتیں حاصل کرتا ہے اس کا نفسِ غیر شاعر (Un.Concious Mind) ان کو محفوظ رکھتا ہے لیکن خود ان کا ادراک نہیں کر سکتا، تو انسان اس لذت کا اظہار کرکے اس کو نفسِ غیر شاعر سے دوبارہ نفسِ شاعر میں لانا چاہتا اور اس سے دوبارہ لطف اندوز ہونا چاہتا ہے، مثلاً ہم ایک خوبصورت عمارت دیکھتے ہیں اور اس سے لذت اندوز ہوتے ہیں جب وہ عمارت ہماری نظروں سے غائب ہو جاتی ہے تو ہم پھر اسی لطف کو اٹھانا چاہتے ہیں اور مختلف طریقوں سے اس شے کے حُسن، صفائی خوبصورتی وغیرہ کا زبان یا قلم یا اور کسی ذریعہ سے تذکرہ کرتے ہیں تاکہ وہ لذت یا اس کا کچھ حصہ دوبارہ ہم کو حاصل ہو سکے۔

اس سے صاف ظاہر ہے اظہارِ لذت درحقیقت ایک نوع کی تحصیلِ لذت کا نام ہے لہذا اگر تحصیلِ لذت اور استلذاذ کے بارے میں انسان کو آزاد تسلیم کیا جائے تو اس بارے میں بھی

اس کو آزادی دی جا سکتی ہے، اور برعکس صورت میں نتیجہ بھی برعکس ہوگا یعنے اُس کی اس خواہش کو بھی پابندِ قوانین ماننا پڑے گا۔

دوسرا حصہ — سطورِ بالا سے معلوم ہوا کہ سوال کے پہلے حصہ کا جواب بھی اس کے دوسرے حصہ کے جواب ہی پر موقوف ہے۔ یعنے پہلے ہم کو اس کا فیصلہ کر لینا چاہیے کہ مشاہدۂ لذتِ جمال یا بالفاظِ دیگر استلذاذ از جمالیات کے بارے میں انسان کو آزاد ہونا چاہیے یا پابند، اس کے بعد ہی ہم یہ فیصلہ کر سکیں گے کہ اظہار لذتِ جمال میں اس کو آزاد رہنا چاہیے یا کچھ حدود کا پابند۔

تحصیلِ لذت پر پابندیاں — اب جب ہم اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کسی نوع کی لذت حاصل کرنے میں بھی آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے، کوئی شخص بھی اس پر قادر نہیں ہے کہ کھانے کی لذت غیر محدود طور پر حاصل کرے۔ گرمیوں میں برف و شربت بیحد لذیذ شئے ہے لیکن انسان کتنی مقدار میں یہ برف شربت پی سکتا ہے؟ بہترین کھانے، لذیذ ترین پھل، اعلیٰ درجہ کے حسین و خوبصورت کپڑے، روح پرور ہوائیں، جنت نشان چمن زار، حُور وش اور پری تمثال بیویاں یہ سب چیزیں یقیناً بڑی مرغوب اور بیحد لذیذ ہیں مگر کیا ان سے انسان غیر محدود لطف اٹھا سکتا ہے، اگر وہ حد سے زیادہ کھاتا پیتا ہے تو اس کی صحت برباد ہو جاتی ہے، زیادہ لباس کا بوجھ اس کے جسم کے لئے ناقابلِ برداشت ہے، حد سے زیادہ تفریح قوتِ عمل کو مفلوج کرنے والی اور اپنی لذت کو کھو دینے والی ہے۔ علیٰ ہذا حد سے زیادہ صنفی تمتع صحت و

"زندگی کے سے سمِ قاتل ہے، پس ان مشاہدات کو پیش نظر رکھنے کے بعد کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ انسان لذت حاصل کرنے کے بارے میں آزاد ہے۔

ازدیادِ لذت الم کا سبب ہے | غالب دہلوی نے کہا ہے ع

"درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا"

خیر یہ تو ایک شاعرانہ نکتہ ہے، لیکن بعض صورتوں میں اس کے برعکس یہ کہنا ضرور صحیح ہے کہ "دوا حد سے گزر کر درد بن جاتی ہے" طبعی اور جسمانی لذتوں کے بارے میں تو یہ قول بالکل صادق ہے۔ یعنی طبعی و جسمانی لذت جب ایک مقررہ حد سے گزر جاتی ہے تو وہ لذت کے بجائے موجب الم بن جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بات بہت سوں کو سطحی نظر میں عجیب اور نئی معلوم ہو، لیکن غور کرنے سے انشاء اللہ ان کا یہ تعجب رفع ہو جائے گا اور اس کی صداقت واضح ہو جائے گی۔

غور کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ انسان کی ساری لذتیں محدود ہیں، اس لئے وہ ہر لذت کو طبعاً محدود ہی رکھنا چاہتا ہے یعنی اس کی طبیعت اس کی مقتضی ہوتی ہے کہ اس کو اتنی ہی لذت حاصل ہو جس قدر اس کی قوت ہے۔ اور جس مقدار میں اس کی قوت اس کو برداشت کر سکے۔ مثلاً انسان بالطبع ظلمت کے بجائے نور کو پسند کرتا ہے۔ لیکن باینہمہ وہ آفتاب کی طرف دیکھنا کبھی گوارا نہیں کرتا جو دنیا میں نور کا مرکز اور اس کی لذت کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے کہ اس لذت کا ادراک اس کی قوت سے زیادہ ہے۔ اس بناء پر یہ

لذت بجائے لذت کے اَلم بن جاتی ہے۔

لذت کے اس انقلاب کی دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہر جسمانی لذت[1] انسان کی اس قوت کو جو اس کا ادراک کرتی ہے تحلیل کرتی ہے، پھر لذت کی کمی بیشی کے ساتھ ساتھ اس کے اس تخریبی وتحلیلی عمل میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے یعنی یہ لذت کیفیت یا مقدار کے لحاظ سے جس قدر زیادہ ہوگی اسی قدر انسان کی یہ قوت زیادہ فنا ہوگی، چنانچہ جب لذت بہت زیادہ (کیفیت یا مقدار کے لحاظ سے) بڑھ جاتی ہے تو قوت بھی بہت زیادہ فنا ہوتی ہے، اور اس کا احساس بھی انسان کو ہوتا ہے جس سے وہ تکلیف اٹھاتا ہے مگر خفیف لذت کی صورت میں انسان اس فناءِ قوت کا احساس نہیں کرتا اس لئے اَلم سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ اس قسم کے واقعات بکثرت مشاہدے میں آئے ہیں کہ ناقابلِ برداشت لذت کی وجہ سے لوگوں کی جان تک نکل جاتی ہے۔

اس واقعہ کی توجیہہ ایک اور صورت سے بھی ممکن ہے۔ دواؤں کی تاثیرات کے متعلق علم الکیمیا کی یہ تحقیق پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ دواؤں کی قلیل مقدار سے جو اثرات ظاہر ہوتے ہیں کثیر مقدار سے ان کے بالکل برعکس اور متضاد اثرات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ مثلاً سنکھیا کی قلیل مقدار مقویِ اعصاب ہے لیکن کثیر مقدار فرحیِ اعصاب، اور اسی لئے وہ فالج کا سبب بن سکتی ہے۔ پس ہماری

---

[1] جسمانی لذت سے مراد ہر وہ لذت ہے جس کا اثر جسم پر پڑتا ہو خواہ حواس ظاہر کے ذریعہ سے اس کا حصول ہو یا نہ ہو مثلاً کسی دوست کے تصور سے جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ بھی اس لحاظ سے جسمانی ہی لذت ہے۔

زیرِ بحث لذت بھی بعض حیثیات سے ادویہ کے مماثل ہے، اس لئے کہ اس سے بھی ایسے ہی اثرات ظاہر ہوتے ہیں جیسے کہ ادویہ سے۔ مثلاً اس سے تفریح ہوتی ہے۔ دورانِ خون تیز ہو جاتا ہے۔ اعصاب میں ایک طرح کی چستی محسوس ہونے لگتی ہے۔ جسم میں قوت کا احساس زیادہ ہو جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے اس کی زیادتی اور افراط سے بھی وہی اثرات ظاہر ہوں گے جو دواؤں کی مفرط مقداروں سے حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً بجائے تفریح کے انقباض، دورانِ خون کی تیزی کے بجائے اس کی سستی، اعصاب میں استرخاء کی کیفیت، اور جسم میں ضعف کا احساس وغیرہ وغیرہ اور ظاہر ہے کہ یہ سب امور موجبِ اَلَم ہیں۔

اس افراطِ لذت سے اَلَم و اذیت کا پیدا ہونا ایک واقعہ ہے جو روزمرہ مشاہدہ میں آ سکتا ہے۔ افراطِ لذت سے علی سبیل البدلیت دو قسم کے اثر مرتب ہوتے ہیں۔ کبھی تو اس کی وجہ سے طبیعت اس لذیذ شئے سے سیر ہو جاتی ہے اور پھر اس کی خواہش ہی انسان میں سے مفقود ہو جاتی ہے بلکہ انسان کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے (یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ خواہش ہی درحقیقت لذت کا حقیقی سرچشمہ ہے) پس ایسی صورت میں خلافِ خواہش ہونے کی وجہ سے انسان اس سے لذت کے بجائے اذیت اٹھاتا ہے اُس کی ایک مثال یہ ہے کہ عطر کے کارخانوں میں کام کرنے والے خوشبو کے لطف سے محروم ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف بسا اوقات افراطِ لذت

ہے انسان کی خواہش حدود سے تجاوز کرکے ہوس کے درجہ پر بھی پہنچ جاتی ہے، اور اس ہوس کی تسکین پھر محال ہوجاتی ہے۔ اس لئے انسان زیادہ سے زیادہ لذت حاصل کرنے کے باوجود ھل من مزید کا نعرہ لگاتا رہتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ ہمیشہ کلفت و مصیبت ہی میں مبتلا رہتا ہے اور ہمیشہ کے لئے قلب کا سکون و اطمینان کھو بیٹھتا ہے، اور نہ صرف اس لذت سے بلکہ بسا اوقات زندگی کے کل لذائذ سے آخر کار محروم ہوجاتا ہے۔ یہاں مثال میں دولت کے حریصوں کی کیفیت پیش کی جاسکتی ہے "لکشمی دیوی کے ان پجاریوں" کو آپ اکثر اسی استسقاء میں مبتلا دیکھیں گے۔

اوپر کے سطور میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ تحصیل لذت کے بارے میں انسان آزاد نہیں چھوڑا جاسکتا بلکہ اس کے اوپر عقلاً کچھ پابندیاں عائد ہونا لازمی ہیں۔ اور چونکہ اظہارِ لذتِ جمال بھی تجدیدِ لذت ہی کا نام ہے جو ایک نوع کی تحصیل ہے اس لئے اس کو بھی آزاد نہ ہونا چاہئے۔ لیکن یہ سوال پھر بھی باقی رہ جاتا ہے کہ ان پابندیوں کی نوعیت کیا ہونا چاہئے؟ یعنے وہ قوانین کونسے ہیں جن کے ماتحت انسانی طبیعت و فطرت کے ان دونوں مطالبوں کو انجام پانا چاہئے؟

یہ چیز بھی اوپر کے سطور سے واضح ہوگئی ہوگی کہ ہر لذت کے مدارج ثلثہ افراط، تفریط اور توسط میں صرف درجۂ توسط ہی جائز اور مستحسن کہا جاسکتا ہے۔ مگر ہر لذت کے لئے یہ درجات جداگانہ نوعیت رکھتے ہیں، یعنی کسی لذت میں درجۂ توسط کوئی ہوگا اور کسی

ہیں کوئی اور اس لئے ہر نوع کے لذائذ کے لئے ایک ہی کلیہ قائم کرنا دشوار ہے ـــــ یہاں ہم کو چونکہ صرف تصویر کے متعلق بحث کرنا ہے اس لئے اسی کے متعلق حدود کی کچھ توضیح کرتے ہیں۔ اور سہولتِ فہم کے لئے یہ مناسب ہے کہ ہم پہلے تصویر ہی کی تقسیم کر لیں۔ یعنے جاندار اشیاء کی تصاویر اور بے جان اشیاء کی تصاویر پر الگ الگ بحث کریں۔

تصویر کی پہلی قسم جاندار اشیاء کی تصاویر

تصویر کی پہلی قسم یعنے جاندار اشیاء کی تصاویر سے جو لذت حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کیونکہ وہ بوجہ ناقص ہونے کے ہیجان آمیز ہوتی ہے۔ اس لئے ناقص جذبات و خیالات میں وہ ایک زبردست ہیجان اور اعصاب میں ایک طوفانی تموج تو پیدا کر دیتی ہے۔ لیکن اس طوفان کے سکون کا سامان بہم نہیں پہنچا سکتی۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس ناقص و ناتمام لذت کے حصول سے اور اس کے نئے منعقد ہیجان خیزی کی وجہ سے اعصاب میں ضعف، خیالات میں پراگندگی قوت میں کمزوری، ذہن میں انتشار اور جذبات میں سرعت اشتعال کے امراضِ نفسانی و جسمانی کا پیدا ہو جانا لازمی ہے تجربہ بھی اس واقعہ کی شہادت دیتا ہے۔ ہمارے نوجوانوں میں تصویر کی کثرت اشاعت کے بعد سے جو ذہنی، نفسانی، اخلاقی و عصبی کمزوریاں پیدا ہو گئی ہیں ان کا عشر عشیر بھی ہمارے بوڑھوں میں (باوجود پیرانہ سالی) نہیں نظر آتا ہے۔ ان تصاویر سے تمناؤں اور خواہشوں کا ایک سیلاب امنڈ تو پڑتا ہے لیکن ان کی کامیابی کی پھر کوئی

صورت نہیں نکل سکتی اس لئے اس ناکامی سے انسان کو بس تکلیف واذیت ہی پہنچتی ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ اس قسم کی تصویروں سے لذت حاصل کرنا یا اظہارِ لذت کی صورت میں اس لذت کی تجدید کرنا تحصیلِ لذت کا مرتبۂ افراط ہے جو انسان کے قوائے ذہنی ودماغی پر مضر وتباہ کن اثر ڈالتا ہے، نیز اس قسم کی تصویروں سے زیادہ دلچسپی، یا تو انسان کی اس خواہشِ مشاہدۂ جمال کو حرص وہوس کے درجہ پر پہنچا دیتی ہے جس سے انسان عمر بھر ناکامی ونامرادی کی تکلیف ہی تکلیف اٹھاتا رہتا ہے اور یا اس میں سے اس احساس ہی کو مفقود کر دیتی ہے جو انسان کے لئے ایک بہت بڑا نقصان اور اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت کا کفران ہے۔

لیکن بے جان اشیاء کی تصاویر سے یہ اثرات مرتب نہیں ہوتے اس لئے کہ گو اس کی لذت بھی بالجملہ ناقص ہوتی ہے مگر اول تو ہیجان انگیز نہیں ہوتی، ثانیاً اس لئے کہ اس سے کامل لذت حاصل کرنا بھی ممکن ہوتا ہے۔ مثلاً ایک درخت کی تصویر دیکھ کر ہمارے دل میں زیادہ سے زیادہ جو تمنا پیدا ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ ہم اُسے دیکھیں، اور یہ عموماً باسانی ہوتا ہے، حالانکہ یہ تمنا بھی عموماً نہیں ہوتی اس لئے بے جان اشیاء کی تصاویر میں عموماً جو جمال ہوتا ہے وہ خود ان اشیاء میں اتنا نہیں ہوتا، نیز بے جان اشیاء کے ساتھ ہماری خواہشوں کی بہت کم تعداد متعلق ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ بے جان اشیاء کی تصاویر کو بھی ممنوع قرار دے دینا

اس التذاذ کا مرتبہ تفریط ہے جس سے خداداد فطری ذوق کے مردہ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

بہر حال عقل و حکمت کا اقتضاء ہے کہ ذی روح اشیاء کی تصاویر سے تو انسان کو بالکل روک ہی دیا جائے یعنی ان کا بنانا قطعاً ممنوع ہو تا کہ اس کے مہلک اثرات سے انسان محفوظ رہے لیکن غیر ذی روح اشیاء کی تصاویر کا بنانا اس کے لئے جائز ہونا چاہیئے تا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ذوق کی نعمت بیکار و ضائع نہ ہو، نیز جو دوسرے فوائد اس سے انسان اٹھا سکتا ہے ان سے بھی محروم نہ رہے۔ یہی مرتبہ توسط اور مفید و بے خطر راستہ ہے۔

اب دیکھئے کہ شریعت اسلامیہ نے انسان کو بعینہ یہی حکیمانہ تعلیم دی ہے۔ یعنے اس نے ذی روح اشیاء کی تصاویر کو تو ممنوع اور حرام قرار دیدیا اور غیر ذی روح اشیاء کی تصاویر کو جائز اور مباح کر دیا اور انسانوں کو موقع دیا کہ وہ اس کے فوائد اور منافع سے متمتع ہوں۔ تصویر کے بارے میں ذی روح اور غیر ذی روح اشیاء کا یہی وہ فرق ہے جو ذیل کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے:۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبرئیل (علیہ السلام) قال اتیتک البارحۃ فلم یمنعنی ان اکون دخلت الا انہ

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ میں آپکے پاس کل شب بھی آیا تھا لیکن تین باتوں کی وجہ سے گھر

كان على الباب تماثيل
وكان في البيت قرام
ستر فيه تماثيل وكان
في البيت كلب فمر
براس التمثال الذي
على باب البيت
فيقطع فيصير كهيئة
الشجرة ومر بالستر
فليقطع فليجعل و
سادتين منبوذتين
توطان ومر بالكلب
فليخرج ففعل رسول الله
صلى الله عليه وسلم
(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی و ابوداؤد)

میں داخل نہیں ہو سکا (ایک تو یہ کہ)
دروازے پر تصویریں تھیں (دوسرے)
مکان کے اندر جو پردہ تھا اس میں
بھی تصویریں تھیں اور (تیسرے)
گھر میں ایک کتا بھی تھا (تو آپ
یہ کیجئے کہ جو تصویر گھر کے دروازہ
پر ہے اس کا سر کٹوا دیجئے تاکہ
اس کی شکل درخت کی سی ہو جائے
(جاندار کی نہ رہے) اور گھر کے اندر
جو پردہ ہے اس کے ٹکڑے کروا کر
اس کے گدے بنوا لیجئے جو زمین پر
رہیں اور پیروں کے نیچے آئیں۔
اور کتے کو نکلوا دیجئے۔ چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا
ہی کیا۔

اس حدیث سے جاندار اشیاء کی تصویر کی حرمت نیز جاندار اور بے جان اشیاء کی تصاویر کا فرق دونوں باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ اب یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ جاندار اشیاء کی تصاویر بنانے والے کے لئے کس قدر سخت وعید ہے۔

عن عائشة رضـ عن النبي
صلى الله عليه وسلم

حضرت عائشہ رضـ سے مروی ہے کہ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال اشد الناس عذابا یوم القیمۃ الذین یضاھون بخلق اللہ (مشکوٰۃ)

فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی (صفت) خلق سے مماثلت پیدا کرنا چاہتے ہیں (یا مخلوق الٰہی کے مماثل چیز بنانا چاہتے ہیں)

واضح رہے کہ تصویر کی قباحت و شناعت اور ذی روح وغیر ذی روح کے متعلق جو بحث اوپر کی گئی ہے اس کی حیثیت بس حکم شرعی کی حکمت کی ہے ورنہ مومن کے لیے اصل چیز تو اللہ و رسول کا حکم ہی ہے۔

فوٹو کا مسئلہ

(ایک استفسار اور اس کا جواب از مولینا ابوالاعلیٰ مودودی)

"میرے ایک فوٹو گرافر دوست کا خیال ہے کہ اسلام نے تصویر کے متعلق جو امتناعی حکم دیا ہے وہ فوٹو پر عائد نہیں ہوتا بالخصوص جبکہ فحش منظر کا فوٹو نہ لیا جائے کیا اس حد کو قائم رکھتے ہوئے فوٹو گرافی کو پیشہ بنایا جا سکتا ہے؟ قومی لیڈروں، جلسوں اور جلوسوں کی تصویریں لینے میں کیا ہرج ہے؟"

فوٹو کے متعلق اصولی بات یہ سمجھ لینی چاہیئے کہ اسلام جاندار چیزوں کی مستقل شبیہ محفوظ کرنے کو بالعموم روکنا چاہتا ہے۔ کیونکہ انسانی تاریخ کا طویل تجربہ یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ چیز اکثر فتنہ کی موجب بنی ہے۔ اب چونکہ اصل فتنہ صورت کا محفوظ ہونا ہے لہذا اس سے بحث نہیں کیجائیگی کہ اس کو کس طریقہ سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ طریقہ خواہ سنگ تراشی ہو، یا موقلم یا عکاسی یا اور کوئی جو آئندہ ایجاد ہو۔ بہرحال وہ ناجائز ہی رہیگا کیونکہ یہ سارے طریقے اصل فتنے کا سبب بننے میں یکساں ہیں پس فوٹو گرافی اور مصوری میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا اور ممانعت چونکہ جاندار اشیائ کی تصویروں کی ہے۔ اس لئے تمام تصویریں حرام رہیں گی۔ خواہ وہ فحش ہوں یا غیر فحش۔ البتہ فحش تصویریں ایک وجہ حرمت کی اور بڑھ جاتی ہے۔ اس عام حکم کے اندر اگر کوئی استثناء ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ جہاں تصویر لینے کا کوئی حقیقی تمدنی فائدہ ہو اور ایسا کرنا کسی بڑی تمدنی مصلحت کے لئے ناگزیر ہو تو صرف اس غرض کو پورا کرنے کی حد تک یہ فعل جائز ہوگا مثلاً پاسپورٹ

پولیس کا مجرموں کی شناخت کیلئے تصویریں محفوظ کرنا اور ڈاکٹروں کا
علاج کے لئے یا فن طب کی تعلیم کے لئے مریضوں کی تصویریں لینا، نیز
فن جنگ میں جہاں فوٹو گرافی کا استعمال جنگی کارروائیوں کے لئے ناگزیر
ہے حکم عام سے مستثنیٰ قرار پائیگا بشرطیکہ وہ غرض جس کے لئے اس استثناء
سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہو، بجائے خود حلال ہو۔ لیکن لیڈروں کی تصویریں
جلسوں اور جلوسوں کی تصویریں یہ سب تو قطعی ناجائز ہیں خصوصاً لیڈروں
کی تصویریں تو اس خطرہ سے بہت قریب پہنچا دیتی ہیں جن کی وجہ سے تصویر
کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ کانگریس کے اجلاس میں گاندھی جی کا باون فٹ
لمبا فوٹو اور پولینڈ پر روسی قبضہ کے بعد ہی اسٹالین کی تصویروں کا
پولینڈ کے ایک گاؤں میں درآمد کیا جانا اور جرمن سپاہیوں کا
ہٹلر کی تصویر کو سینہ سے لگائے پھرنا اور ہسپتال میں مرتے وقت اس کی
تصویر کو آنکھوں سے لگا کر جان دینا۔ سینما میں بادشاہ کی تصویر سامنے
آتے ہی لوگوں کا کھڑا ہو جانا، سکوں پر بادشاہ کی تصویر کا بطور علامت
حاکمیت ثبت کیا جانا یہ سب بت پرستی کی جڑیں ہیں اور اسی لئے اسلام نے
تصویر کو حرام کیا ہے کہ انسان کے دل و دماغ پر خدا کے سوا دوسرے
کی کبریائی کا نقش قائم نہ ہونے پائے۔ میں تو چھوٹے بچوں کی تصویریں لینے
کو بھی اسی لئے حرام سمجھتا ہوں کہ معلوم نہیں ان بچوں میں آگے چل کر کس کو
خدا بنا لیا جائے اور اس کی تصویر فتنہ کی موجب بن جائے۔ کنہیا جی کی
بچپن کی تصویر آج تک بک رہی ہے لہذا آپ اپنے دوست کو سمجھا دیجئے کہ
ان کا پیشہ شریعت کے نقطۂ نظر سے جائز نہیں ہے اگر وہ خدا کا خوف رکھتے ہیں تو بتدریج
اس پیشہ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا ذریعہ معاش تلاش کریں۔ فقط

مطبوعات مکتبہ نشاۃ ثانیہ حیدرآباد دکن

کتاب	مصنف	قیمت
حکومت الٰہیہ اور علماء و مفکرین	ابو محمد امام الدین رام نگری	للعہ ۸/
اسلامی سیاست	ابو السلام نعیم صدیقی	عاں ۲/
تنقیدات	"	عہ ۶/
ذہنی زلزلے۔	"	عاں ۴/
ملت کا اسلحہ خانہ	"	۵/
ایک ویران وادی میں پہلا قافلہ	"	۵/
اذان دعوت حق	"	۴/
عورت کا حزنیہ۔	"	۴/
مقاصد قرآن	سید صبغۃ اللہ بختیاری	۱۲/
سچی باتیں	عبد القدیر جبل پوری	۹/
شیطانی قہقہے۔	محمود فاروقی	۱۰/
علماء اور اسلام	محمد مظہر الدین صدیقی	۱۴/
نظام نو	"	۱۴/
اسلام کا سیاسی نظریہ اور فلاح عالم	محمد اسحاق سندیلوی	۸/
تصویر، علم و عقل کی روشنی میں	"	۶/
حکومت الٰہیہ کی پکار	ڈاکٹر شیدا قادری	۱/
کیا دین قائم ہے۔	"	۲/

ملنے کا پتہ :- مکتبہ نشاۃ ثانیہ چنچل گوڑہ حیدرآباد دکن